

رمضان میں نیکی کی فضا سے فائدہ اٹھائیں جھوٹ کو اکھیڑ

پھینکیں نمازوں کا عرفان حاصل کر کے لطف اٹھائیں

(خطبہ جمعہ فرمودہ 18 فروری 1994ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے فرمایا:-

گزشتہ جمعہ میں میں نے قرآن اور حدیث کے حوالے سے جماعت کو رمضان سے متعلق کچھ نصائح کی تھیں یہ مضمون ابھی جاری تھا کہ وقت ختم ہو گیا یہ ایسا مضمون ہے جسے ہر سال دہرایا جاتا ہے اور دہرایا جاتا رہنا چاہئے کیونکہ ایک سال کے عرصے میں انسان بہت سی نیک باتیں بھول چکا ہوتا ہے اور دنیا کی طرف واپس لوٹنے میں کئی قسم کے زنگ دوبارہ لگ چکے ہوتے ہیں۔ چنانچہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ نے اپنے مدینہ کے متعلق جہاں آپ تھے یہ فرمایا کہ مدینہ تو ایک بھٹی کی طرح ہے جب لوہا اس میں تپا کر صاف ستھرا کر کے ہر آلائش سے پاک کر کے باہر نکالا جاتا ہے تو پھر کچھ عرصے کے بعد زنگ لگ جاتے ہیں اور اس بات کا محتاج ہوتا ہے کہ پھر اس بھٹی میں جھونکا جائے۔ پس اس لئے آپ نے نصیحت فرمائی کہ بار بار صحابہ اور دور کے رہنے والے خصوصیت کے ساتھ، مدینہ میں آئیں اور اپنے ان زنگوں کو دور کرتے رہیں جو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی پاک صحبت سے دوری کے نتیجے میں لگ گئے۔

یہ وہ مضمون ہے جس کو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بار بار بیان فرمایا اور بعض ظالموں نے عمدۂ دنیا کو دھوکہ دینے کے لئے یہ نتیجہ نکالا کہ یہ مکے کی طرح قادیان کو بھی ایک ایسی

جگہ سمجھتے ہیں جہاں حج کی جاتی ہے اور وہاں مرزا صاحب کی زیارت ہی سے گویا کہ عمر بھر کاج ہو جاتا ہے۔ یہ تو خیر لغو، بے ہودہ، ظالمانہ اعتراض ہیں۔ ضمناً مجھے یاد آیا تو میں نے بیان کر دیا، مگر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس نصیحت میں حکمت وہی تھی جو خود حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کی نصیحت میں شامل تھی یعنی دوری سے کچھ زنگ لگ جاتے ہیں کچھ کمزوریاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ بار بار ان کو صاف کرنے کی ضرورت پڑتی ہے۔ یہی فلسفہ ہے جو اسلامی عبادات کے ساتھ منسلک ہے۔ اس گہرائی کے ساتھ کہ حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایک ایسا شخص جس کے پاس ندی بہتی ہو، صاف شفاف پانی اس ندی میں بہ رہا ہو اور وہ پانچ وقت اس میں غسل کرے اس کے جسم پر میل کچیل کیسے رہ سکتی ہے۔ (بخاری کتاب الصلوٰۃ حدیث نمبر: ۴۹۷)

تو وہ فائدہ جو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی صحبت سے حاصل ہو سکتا تھا خدا تعالیٰ نے آپ کے دین میں ایسا دائمی کر دیا کہ بعد کے آنے والے زمانوں میں بسنے والے اور پیدا ہونے والے انسانوں کو یہ شکوہ اب نہیں ہو سکتا کہ ہمارے لئے پاک کرنے کی کوئی صورت باقی نہیں رہی۔ پس پانچ وقت کی نمازیں یہ وہ عبادتیں ہیں جن میں انسان بار بار غوطے لگا کر اپنی کثافتوں کو دور کرتا ہے اپنے میلوں کو دھوتا ہے اور پھر جمعہ کی عبادت ہے اور پھر حج کا ایک فریضہ ہے جو عمر بھر کے گند کو صاف کرنے اور میلوں کو بدن سے دور کرنے کے لئے روحانی بدن سے دور کرنے کے لئے کافی ہو جاتا ہے۔ ایک رمضان ہے جو ہر سال دہرایا جاتا ہے اور رمضان کے ساتھ وابستہ نصیحتیں بھی ہر سال دہرائی جاتی رہتی چاہئیں اور لازم ہے کہ انسان ان کو غور سے سنے اور حرز جان بنائے، اپنے دل کی گہرائیوں میں جگہ دے اور یہ نیک ارادے باندھے کہ میں ان سے پوری طرح استفادہ کروں گا۔ رمضان میں بھی دراصل حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی صحبت ہی ہے جو فیض پہنچاتی ہے۔ جب ہم آپ کی احادیث کے حوالے سے نصیحت کرتے ہیں تو وہ صحبت سے جو صحابہؓ پاتے تھے وہی بات ہے جو الفاظ میں آپ کے سامنے رکھی جاتی ہے اور پھر آنحضرت ﷺ کا اسوہ حسنہ جو زندگی کے مختلف ادوار میں آپ سے ظاہر ہوا اور روزانہ صبح و شام کے بدلنے کے ساتھ بھی وہ نئے جلوے اپنے اندر پیدا کرتا اور دکھاتا رہا، ان جلووں کے حوالے سے بھی صحبت کا ایک حصہ ہمیں میسر آ جاتا ہے۔

آنحضرت ﷺ نے ایک موقع پر فرمایا۔ ابو ہریرہؓ سے روایت ہے۔ بخاری و مسلم دونوں

نے کتاب الصوم میں درج کی ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا۔ جب رمضان کا مہینہ آتا ہے آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور دوسری یہ روایت ہے کہ جنت کے دروازے کھولے جاتے ہیں۔ یعنی آسمان کے دروازوں سے مراد کیا ہے؟ جنت کے دروازے اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیطان جکڑ دیئے جاتے ہیں اور ایک اور روایت میں آیا ہے کہ رحمت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ (بخاری کتاب الصوم)

اس حدیث سے متعلق پہلے بھی کئی سال سے یہ بات جماعت کے گوش گزار کرتا رہا ہوں کہ ظاہری طور پر دیکھا جائے تو رمضان کے مہینے کا کوئی ایسا اثر دنیا پر تو ظاہر نہیں ہوتا جس سے یہ معلوم ہو کہ گناہ کم ہو گئے ہیں اور نیکیاں بڑھ گئی ہیں اور جہنم کے دروازے بند ہو رہے ہیں اور جنت کے کھل رہے ہیں۔

اور بسا اوقات خود مسلمانوں میں بھی ایسے بد نصیب نظر آتے ہیں جو رمضان کے مہینے میں ایسی حرکتیں کرتے ہیں کہ جہنم کے دروازے یوں لگتا ہے پہلے سے زیادہ بڑے ہو کر کھل رہے ہیں اور جنت کے دروازے ان کے لئے اور بھی تنگ ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ اس لئے اس مضمون کو سمجھنے کے لئے انسان کو اپنی ایک کائنات کا تصور کرنا ہوگا۔ ہر انسان کی اپنی زمین ہے اور اپنا آسمان ہے اور اس حدیث کا تعلق ہر شخص کی زمین اور ہر شخص کے آسمان سے ہے۔ وہ شخص جو رمضان میں اپنی کائنات میں تبدیلیاں پیدا کرتا ہے اور وہ نیکیاں اختیار کرتا ہے جو اس مہینے کے ساتھ وابستہ ہیں اور جو اس کے لئے آسان کر دی جاتی ہیں۔ اس کے لئے یقیناً اس کے آسمان کے دروازے کشادہ ہو رہے ہوتے ہیں اور اس کی جہنم کے دروازے بند ہو رہے ہوتے ہیں۔

لیکن اگر رمضان آئے اور وہ ان نیکیوں سے فائدہ نہ اٹھائے تو پھر اس حدیث کے مضمون اور اس کی خوشخبریوں کا اطلاق اس کے جہاں پر نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ غیروں کا جہاں دیکھیں وہ اس حدیث کے مضمون سے مستثنیٰ، بے نیاز ایک الگ زندگی بسر کر رہا ہے اور اس کے مشاغل اسی طرح بد ہیں جیسے پہلے ہوا کرتے تھے، رمضان نے ان پر کوئی نیک اثر نہیں ڈالا۔

رمضان میں کیوں یہ دروازے یعنی رحمت کے اور بخشش کے دروازے زیادہ کھولے جاتے ہیں اور روزمرہ کی زندگی میں کیوں نسبتاً تنگ ہو جاتے ہیں۔ اس مضمون پر غور کریں تو حقیقت

یہ ہے کہ رمضان میں نیکی کی ایک فضا قائم ہوتی ہے، ایک ماحول بن جاتا ہے چھوٹے چھوٹے بچے بھی کہتے ہیں ہمیں اٹھاؤ ہم نے بھی روزہ رکھنا ہے اور بعض بے چارے جب آدھی رات کو اٹھتے ہیں تو گھبرا جاتے ہیں کہ نہیں ہم نے اتنی جلدی روزہ نہیں رکھنا مگر نیکی کی خواہش ضرور ان کے دلوں میں کلبلاتی ہے اور ہر گھر میں یہ نمونے دکھائی دیتے ہیں اور بعض جو پورا نہیں رکھ سکتے ہیں ہمیں دوروزے رکھو دو آدھے آدھے رکھ لیں گے لیکن روزے کی طرف توجہ، نمازوں کی طرف توجہ اس عمر میں بھی شروع ہو جاتی ہے جس عمر میں ابھی ان عبادتوں کا ان کو مکلف نہیں کیا گیا ان پر یہ عبادتیں فرض نہیں کی گئیں۔ تو یہ تو وہ ماحول ہے جیسے برسات کے زمانے میں بعض جڑی بوٹیاں پھوٹی ہیں سبزہ ہر طرف پھوٹنے لگتا ہے یا بہار کے دنوں میں بعض بنجر علاقوں میں بھی بہت خوب صورت پھول نکل آتے ہیں۔ تو رمضان کا موسم ہے جس کی بات ہو رہی ہے اس موسم میں تمہارے دل نیکیوں پر آمادہ ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ ان میں ایک طبعی میلان جوش مار رہا ہے کہ نیکی کریں۔ اس فضا سے فائدہ اٹھاؤ، یہ نیکیوں کی جو ہوا چلائی گئی ہے ان ہواؤں کی رخ پر تیز رفتاری سے آگے بڑھو۔ پھر دیکھو کہ تمہارے لئے جنت کے دروازے کھلتے چلے جائیں گے اور جہنم کے دروازے تم پر بند ہوتے چلے جائیں گے۔

پس آنحضرت ﷺ نے جن دروازوں کے کھلنے کا ذکر کیا ہے وہ ہر انسان کی اپنی کائنات کے الگ الگ دروازے ہیں اور جن شیطانوں کے جکڑ دینے کا ذکر فرمایا ہے وہ بھی ہر انسان کے اپنے اپنے نفس کے شیطان ہیں۔ جو رمضان کے تقاضے پورے کرنے کی تمنا رکھتے ہیں ان کے شیطان ضرور جکڑے جاتے ہیں اور رمضان کے بعد اور رمضان کے دوران کی کیفیت میں آپ نے دیکھا ہو گا کہ کیسا ہی کوئی انسان نیک ہو پھر بھی فرق پڑ جاتا ہے۔ جو رمضان کے دوران نیکی پر پابندی اختیار کی جاتی ہے، گناہوں اور لغویات سے بچنے کی احتیاطیں کی جاتی ہیں وہ رمضان کے بعد ویسی نہیں رہتی۔ تو اگرچہ جو شیطان ایک دفعہ قید کر دیا جائے حق تو یہ ہے کہ اسے عمر قید کی سزا ملے اور پھر کبھی آزادی نہ ملے لیکن انسان کمزور ہے اور کسی نہ کسی پہلو سے کچھ آزادیاں اپنے شیطان کو ضرور دے دیتا ہے۔ پھر ایک اور رمضان آتا ہے پھر ایک اور آتا ہے پھر ایک اور آتا ہے۔ دعا یہ کرنی چاہئے کہ ہمیں موت ایسی حالت میں آئے کہ جب ہمارا شیطان جکڑا ہوا ہو۔ ہمیں خدا ایسے وقت میں بلائے جب کہ جنت کے دروازے ہمارے لئے پوری طرح کشادہ ہو چکے ہوں اور ایسے وقت میں ہم جان دیں

جب جہنم کے دروازے ہم پر بند ہو چکے ہوں۔ یہ جو مضمون ہے اس کا کوشش سے زیادہ فضل سے تعلق ہے۔ کوشش سے اس حد تک کہ گہری سوچ کے ساتھ اور فکر کے ساتھ اور اس مضمون میں ڈوب کر دعا کی جائے جو معنی خیز ہو۔ ہونٹوں سے نہ نکلے، دل کی گہرائیوں سے اٹھ رہی ہو اور پابندی کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے اس بارے میں مدد مانگی جائے۔

پس اس رمضان مبارک میں جو نصیحتیں بار بار دہرائی جاتی ہیں ان میں ایک یہ بھی نصیحت ہے۔ مگر جب بھی نصیحت دہرائی جاتی ہے کوئی نیا پہلو اس کا خدا تعالیٰ سامنے لے آتا ہے اور جماعت کو اس کی طرف توجہ دلانے کی توفیق عطا ہوتی ہے۔ پس اس حدیث کے حوالے سے میں اس دعا کی طرف جماعت کو متوجہ کرتا ہوں کہ یہ دعائیں کرتے رہیں کہ رمضان کی نیکیاں آ کر گزر بھی جائیں تو ہمارا انجام ایسی حالت میں ہو گا یا رمضان میں مر رہے ہیں۔ ایسے وقت میں ہو جبکہ تو ہم سے سب سے زیادہ راضی ہو اور اس پر ہمارا اپنا کوئی اختیار نہیں، انسان کی بے بسی کا معاملہ ہے، اللہ ہی ہے جب چاہے جس کو بلائے اور جس حالت میں چاہے بلا لے۔ اس لئے اس رمضان مبارک میں اپنے لئے اور اپنے بھائیوں کے لئے خصوصیت کے ساتھ یہ دعائیں کریں۔

ایک دوسری حدیث ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو یہ کہتے سنا کہ:

جس شخص نے رمضان کے روزے رکھے اور جس نے رمضان کے تقاضوں کو پہچانا اور ان کو پورا کیا اور جو رمضان کے دوران ان تمام باتوں سے محفوظ رہا جن سے اس کو محفوظ رہنا چاہئے یعنی جس نے ہر قسم کے گناہ سے اپنے آپ کو بچائے رکھا تو ایسے روزہ دار کے لئے اس کے روزے اس کے پہلے گناہوں کا کفارہ بن جاتے ہیں۔ (مسند احمد بن حنبل، بحوالہ فتح الربانی ج 9 صفحہ 222)

اس حدیث کا اس سے ملتی جلتی بعض اور احادیث سے بھی تعلق ہے اور میں ان کے حوالے سے اس مضمون کو زیادہ واضح کرنا چاہتا ہوں۔ بہت سی ایسی حدیثیں ہیں جن میں آپ کو یہ ملے گا کہ ایک روزہ دار کی روزہ کشائی کر دو اور تمہارے سارے گناہ بخشے گئے، ہمیشہ کے لئے نجات پا گئے۔ سوال یہ ہے کہ ایک طرف اتنی محنت کا حکم اور ارشاد کہ تمام مہینہ بھر رمضان کے سارے تقاضے پورے کرو اور رمضان کے تقاضے پورا کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ کہنے میں آسان لگے لیکن حقیقت میں

بہت ہی مشکل کام ہے کیونکہ رمضان مبارک تمام عبادتوں کا معراج ہے عبادتوں کے اندرونی رشتوں کے لحاظ سے نماز عبادتوں کا معراج ہے لیکن رمضان مبارک میں وہ بھی اکٹھی ہو جاتی ہے اور شدت کے ساتھ پوری محنت کے ساتھ اور دل لگا کر نماز ادا کی جاتی ہے۔ پس تمام عبادتیں اپنے معراج کو پہنچتی ہیں اور ایسے وقت میں ان کے تقاضے پورے کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ اس لئے آنحضرت ﷺ کا ایک طرف تو یہ ارشاد فرمانا کہ یہ کرو تو تمہارے ساتھ کیا سلوک ہوگا تمہارے پہلے گناہ معاف ہو جائیں گے گویا حج جو عبادات میں ایک خاص مرتبہ رکھتی ہے اور عمر بھر میں ایک دفعہ ادا کرنا ضروری ہے اس سے جو فوائد وابستہ ہیں، جو ثواب وابستہ ہیں وہ ایک اچھی طرح گزارے ہوئے رمضان کے ساتھ بھی وابستہ فرمادئے گئے۔

اور دوسری طرف یہ کہنا کہ فلاں بات کر دو تو تمہارے عمر بھر کے گناہ بخشے جائیں گے اور جنت کے دروازے تمہارے لئے کھل جائیں گے اور فلاں کام کر دو اور جو کام چھوٹے چھوٹے ہوں یہ بات بڑی تعجب انگیز ہے۔ ایسی حدیثیں بھی حدیثوں کی تلاش میں میرے سامنے آئیں یعنی جب میں جمعہ کے لئے انتخاب کرتا ہوں روایات کا یا حوالہ جات کا تو بہت سی روایات دیکھتا ہوں اور بعض اس موضوع کے لئے چن لیتا ہوں۔ بعض کو بعد کے لئے رکھ چھوڑا جاتا ہے ان میں ایسی حدیثیں بھی سامنے آتی ہیں مثلاً آج ہی ایسی حدیثیں بھی میں نے دیکھیں جن میں یہ ذکر تھا کہ روزہ کھلو دو تو تمہارے ساری زندگی کے گناہ بخشے گئے اور تمہیں ہر قسم کے ثواب میسر آ گئے اور تمام نجات کے سامان ہو گئے اور یہ بھی بیان کیا گیا کہ صحابہؓ میں سے بعض نے کہا کہ ہمارے پاس توفیق نہیں بہت شوق پیدا ہوا ہمیں تو توفیق نہیں ہے اتنی۔ تو فرمایا کہ اگر کوئی تھوڑا سا دودھ اور زیادہ پانی ملا کر بھی پھر بھی کسی کا روزہ کھلوادے تو یہی ثواب اس کو میسر آ جائے گا۔ پھر دونوں باتوں کا آپس میں کیا تعلق ہے؟ دوہی شکلیں عقلاً سامنے آتی ہیں اول یہ کہ بہت سی ایسی حدیثیں ہیں جو بعد کے زمانوں میں صوفیاء نے گھڑ لی ہیں اور ایسی حدیثوں کی تعداد ہزار ہا بلکہ لاکھوں تک بھی بیان کی جاتی ہے۔ بعض صوفیاء کا یہ مسلک تھا کہ نیکی کی باتیں جو قرآن اور حدیث سے مطابقت رکھتی ہوں ان میں جوش پیدا کرنے کے لئے جو کہانی تم بنا لو وہ رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کرو اس نیت کے ساتھ کہ آپ کی بات لوگ مانیں گے ہماری نہیں مانیں گے تو اس میں کوئی گناہ نہیں۔

حضرت امام بخاری علیہ الرحمۃ کے متعلق یہ روایت آتی ہے۔ بڑی آپ نے محنت کی ساری زندگی یعنی زندگی کا وہ فعال حصہ جو ہوش مندی کے بعد آپ کو نصیب ہوا آپ نے حدیث کی خدمت میں صرف کیا ہے، چھان بین میں صرف کیا ہے۔ آپ ایک دفعہ ایک روایت کی تلاش میں نکلے کہ بتا تو کروں کہ وہ راوی تھا کون اس زمانے میں جس نے یہ حدیث اپنے پہلوں سے بیان کی ہے۔ لمبے سفر کئے، خرچ کیا، محنت اٹھائی اور جب پہنچے آخر اس شہر میں جس میں بتایا گیا کہ ایک صوفی صاحب ہیں ایک تہہ خانے میں رہتے ہیں بہت بزرگ انسان ہیں ان کی روایت ہے۔ تو ان تک پہنچے ان سے پوچھا کہ آپ کے متعلق بہت شہرہ ہے بہت نیک اور تقویٰ شعار انسان ہیں ایک روایت مجھے آپ کی طرف منسوب ہوئی ملی ہے اور میں تحقیق کے لئے آپ سے خود سننے کے لئے آیا ہوں۔ بتائیے یہ روایت آپ نے کس سے سنی تھی وہ شخص زندہ ہے تو بتائیں میں پھر جا کے اس سے بھی پوچھوں تو انہوں نے کہا کہ یہ تو میں نے آپ بنائی ہے۔ کہا آپ نے بنائی ہے؟ کہا ہاں یہ دیکھو یہ سارا انبار یہ دفتر جو پڑے ہوئے ہیں روایتوں کے، یہ میں بیٹھا بنا رہا ہوں یہی تو میری نیکی ہے عمر بھر کی کہ نیک کاموں کے لئے لوگوں کو اس طرح ترغیب دے رہا ہوں حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم نے فرمایا کہ جو میری طرف کوئی جھوٹی بات منسوب کرے گا، یہ بحث نہیں اٹھائی کہ اچھی ہے یا بری، بری بات کے منسوب کرنے کی تو کسی کو جرأت ہو ہی نہیں سکتی سوائے اس کے کہ اپنے نفس کے بہانے کے لئے کوئی تاویل تراش لے مگر اکثر اچھی باتیں منسوب کی جاتی ہیں، فرمایا جو کوئی بھی میری طرف کوئی بات منسوب کرے گا جو میں نے نہ کہی ہو تو اپنے لئے جہنم میں جگہ بنائے گا۔ مگر بعض نادان ایسے تھے جن کو علم نہیں تھا یا یہ حدیث بھی نہیں پہنچی ہوگی۔ ہم نہیں کہہ سکتے انہوں نے کہاں جگہ بنائی اللہ بہتر جانتا ہے لیکن ایسی روایتیں تھیں اور بہت سی ایسی احادیث ہیں اس مضمون سے تعلق رکھنے والی جن میں دکھائی دیتا ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کے مزاج کے خلاف ہیں اور جس گہرے سائنٹفک مذہب کی طرف آپ بلانے والے ہیں، جس کی بنیادیں ٹھوس عقل پر اور انسانی تجربے پر قائم ہیں اور جو آسمان سے ہدایت یافتہ مذہب ہے جس کا مزاج قرآن کے عین مطابق ہے اس کے برعکس بات آپ کیسے کہہ سکتے ہیں۔ اس لئے جو بہت سے اہل اللہ ہیں انہوں نے ایک یہ بھی رستہ تجویز کیا احادیث کی پرکھ کا کہ راویوں کے متعلق تو ہم تحقیق کرنے کی توفیق نہیں رکھتے اور جو ہو چکی ہو چکی لیکن

قرآن پڑھنے کی اور قرآن پر غور کرنے کی تو توفیق ہمیں عطا ہوتی ہے۔ پس وہ حدیثیں جن کا مضمون قرآن سے ٹکراتا ہو یا واضح طور پر قرآن ان کی تائید یا پشت پہ نہ کھڑا ہو ان حدیثوں کے متعلق احتیاط اختیار کرو۔ اگر کوئی ایسا مضمون اس میں سے تلاش کر سکتے ہو جو حدیث کو چھوڑے بغیر قرآن اور دیگر احادیث کی تائید میں ہو تو اختیار کر لو۔ ورنہ ادب کے ساتھ اس حدیث کو اس خیال سے ترک کر دو کہ یہ ہمارے آقا و مولا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا کلام نہیں ہو سکتا۔

پس ایسی حدیثوں کے متعلق میں نے ایک دفعہ غور کیا تو مجھے ایک عجیب بات دکھائی دی۔ مجھے یاد ہے ربوہ میں وقفِ جدید میں ایک مضمون کے لئے مجھے بہت کثرت سے حدیثوں کی ضرورت تھی جن میں سے میں نے خود تلاش کرنی تھی اور ایک بھاری تعداد ان حدیثوں کی جو مجھے پیش کی گئی، بغیر حوالہ دیکھے میں نے اندازہ لگایا کہ یہ صحاح ستہ میں سے ناممکن ہیں اور اگر اتفاقاً صحاح ستہ میں کوئی روایت جگہ پا بھی گئی ہے تو انسان تحقیق کر کے اس کو معلوم کر سکتا ہے۔ چنانچہ وہ جنہوں نے اکٹھی کی تھیں میں نے ان سے کہا کہ یہ حدیثیں مجھے لگتی ہیں کہ بعد کے زمانے کی، بہیہ کی یا کسی اور زمانے کی ہیں اور یہ اولین زمانے کی حدیثیں نہیں ہیں اور عجیب بات تھی کہ سو فیصدی یہ اندازہ درست نکلا۔ وہ تمام حدیثیں یا بہیہ کی تھیں یا بعد کے کسی اور زمانے کی تھیں۔ تو لوگ اپنے مطلب کی تلاش میں جب بے احتیاطی سے حدیثوں کو اختیار کرتے ہیں تو اس سے حدیثوں پر ایمان کو تقویت نہیں ملتی بلکہ نقصان پہنچتا ہے۔ اسی بے احتیاطی کے نتیجے میں یہ جو تحریکات چلی ہیں چکڑا لوی، اہل قرآن والی انہوں نے امت کو بہت شدید نقصان پہنچایا ہے۔ بعض لوگوں کو عظیم خزانوں سے محروم کر دیا ہے۔ ساری امت کو تو نہیں لیکن امت میں ایک افتراق کی بنا ڈالی اور ان کے ایک حصہ کو گمراہ کر دیا اور محروم کر دیا۔

ایک دفعہ ایک اہل قرآن سے میری گفتگو ہوئی مجھے اس نے کہا کہ یہ تو ثابت ہے نا آپ مانتے ہیں کہ غلط حدیثوں کی ایک بڑی تعداد تھی جو راہ پا گئی اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کی طرف منسوب ہو گئی تو جب کھوٹ مل گیا تو ہم اس کو رد کرتے ہیں۔ میں نے کہا تم یہ جانتے ہو کہ سونا کس طرح تلاش کیا جاتا ہے۔ بعض دریاؤں کے کناروں پر ریت کے انبار میں چند ذرے سونے کے ہوتے ہیں اور سارا دن وہاں عورتیں اور بچے بے چارے بیٹھ کر سردی اور گرمی میں محنت کرتے ہیں۔ ان چند ذروں کی تلاش میں ڈھیروں ریت کے ذروں کو نکال کر رد کر کے الگ پھینکنا پڑتا ہے۔ تو کیا

محمد رسول اللہ ﷺ کا کلام اس سونے سے بھی کم قیمت ہے، کچھ حیا کرو، کچھ غور کرو، کچھ فکر کرو۔ یہ ایسا پاکیزہ، ایسا عجیب کلام ہے جس کی کوئی نظیر پہلے تو پیدا نہیں ہوئی لیکن آئندہ بھی کبھی پیدا نہیں ہوگی اور اگر تم نے ہاتھ سے یہ دولت کھودی تو پھر کبھی ہاتھ نہیں آئے گی۔ اس لئے تقویٰ اختیار کرو، ایسے اصول معلوم کرو جیسے سائنس دانوں نے سونے کی پہچان کے اصول بنا رکھے ہیں۔ ان اصولوں کا اطلاق ہوتا پتا لگ جائے گا کہ سونا کون سا ہے اور ریت کے ذرے کون سے ہیں، ہمارا تو یہی مسلک ہے۔ پس اس پہلو سے وہ حدیثیں جن میں ایسا ذکر ملتا ہے کہ ایک چھوٹی سی بات کی اور ساری عمر کی کمزوریاں غائب اور ہر قسم کے گناہ دھل گئے، تو پھر اگر ان کو اسی طرح مانا جائے ان کی ظاہری شکل میں تو پھر رمضان کی کیا ضرورت ہے۔ یعنی رمضان میں سے رمضان کا ہوتا ہوا گزرنے کی کیا ضرورت ہے۔ رمضان میں سے غیر کی طرح بھی گزر سکتے ہیں کسی روزے دار کو دودھ پلا دیا اور سارے رمضان کی نیکیاں ہاتھ آگئیں۔ پس ان حدیثوں پر غور کی ضرورت ہے اور میرے نزدیک اگر وہ قابل قبول ہیں یعنی اگر وہ سچی ہیں تو لازماً قابل قبول ہیں اور اگر قابل قبول ہیں تو ان کے اندر کوئی حکمت کی بات تلاش کرنی ہوگی۔

بعض دفعہ ایک غریب انسان کی احتیاج یہاں تک پہنچ جاتی ہے کہ اس کے ساتھ نیکی کرنا اللہ تعالیٰ کو بہت زیادہ پسند آتا ہے اور خاص طور پر اگر ایک نیک انسان خدا کی خاطر روزہ دار ہو اور اتنا غریب ہو کہ روزہ کھولنے کے لئے کچھ بھی اس کو توفیق نہ ہو۔ جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ دودھ میں پانی ملا کر ہی پلا دو۔ یعنی وہ اتنا غریب ہے بے چارہ کہ یہ بھی توفیق نہیں کہ لمبی کچی لسی ہی پی لے تو اس وقت یہ ممکن ہے یہ عقل کے خلاف بات نہیں رہتی۔ اس وقت ہو سکتا ہے دو طرح سے اس کا اثر ہو ایک تو یہ کہ خدا کے ایسے پاک بندے ایک غریب بندے کی احتیاج پوری کرنے کی جو نیکی ہے وہ اللہ تعالیٰ کو بطور خاص پسند آتی ہے اور گناہ اس طرح نہیں بخشے جاتے کہ اچانک بخشے گئے۔ اس طرح بخشے جاتے ہیں کہ ایسی نیکیاں کرنے والے کو نیکیوں کی توفیق ملتی ہے۔ اس کا دل نیکیوں میں لگ جاتا ہے، اس کی زندگی کی راہیں بدل جاتی ہیں، اس میں ایک روحانی انقلاب برپا ہو جاتا ہے۔ پس بظاہر ایک چھوٹی سی نیکی ہے مگر اس کے ساتھ جو فوائد وابستہ کر کے بتائے گئے ہیں وہ فوائد بعد میں آنے والے، ایک فوائد کا سلسلہ ہیں جو حکمت پر مبنی ہے اور ایک نیکی سے دوسری نیکی پھوٹی چلی جاتی

ہے۔ دوسرا پہلو اس میں یہ ہے کہ اس غریب کی دعا غیر معمولی طاقت رکھتی ہے، پہنچنے والی دعا ہے۔ ایک ضرورت مند کی آپ ضرورت پوری کریں، ایک غریب اور بھوکے کو کھانا کھلائیں اس کے دل سے جو دعا نکلے گی اس کی بات ہی اور ہے، اس کی چھلانگ اور پہنچ ہی اور ہے اور اگر اپنے امیر دوستوں کی دعوت کر دیں اور کھا کر وہ جزاکم اللہ کہہ کر واپس چلے جائیں، اس جزاکم اللہ کو اس دعا سے کیا نسبت ہے؟ یہ جزاکم اللہ تو ”تھینک یو“ بھی ہے۔ ہر قسم کے شکر یہ بہت بہت، بہت مزہ آیا اس میں کوئی بھی حقیقت نہیں۔ مسلمانوں میں یہ دعا بن جاتی ہے لیکن پھسکی پھسکی دعا، جو بھرے ہوئے پیٹ سے نکل رہی ہو، کہاں وہ دعا، کہاں ایک بھوکے کی احتیاج دور ہونے پر اس کی دل کی گہرائی سے نکلی ہوئی دعا۔ تو رمضان میں اس قسم کی نیکیوں کی بھی تلاش کریں۔ جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے ایسی حدیثوں کو اگر قبول کرنا ہے تو صرف اس شرط پر قابل قبول ہیں کہ محمد رسول اللہ کی شان کے مطابق ان کے معنی تلاش کریں اور قرآن کی عظمت کے مطابق ان کے معنی تلاش کریں پھر ان کو قبول کریں۔ پھر ان کو اس وہم میں رد کرنے کا ہمیں کوئی حق نہیں کہ شاید یہ آنحضرتؐ کا کلام نہ ہو۔

پس اس پہلو سے ایک اور نیکی جس کی طرف میں آپ کو توجہ دلانا چاہتا ہوں وہ غریب کی ہمدردی ہے۔ روزہ کھلوانا ایک (Symbol) ہے اس وقت۔ رمضان کے دنوں میں یہ نیکی ایک (Symbol) بن جاتی ہے اور یہ (Symbol) اپنی ذات میں یہاں تک محدود نہیں رہتا اس کا تعلق احتیاج پوری کرنے سے ہے، دکھ درد دور کرنے سے ہے اور کوئی شخص اگر کسی نیک روزے دار کا دکھ دور کرے تو وہ چاہے روزہ کھلوا کر ہو یا اور طریقے سے ہو، وہ ضرور اللہ کے ہاں خاص مرتبہ رکھے گا اور ایسا نیکی کرنے والا خاص جزا پائے گا۔ لیکن اس کے علاوہ بھی انسانوں سے ہمدردی رمضان کا حصہ ہے۔ چنانچہ آنحضرتؐ کے متعلق آتا ہے کہ بہت سخی تھے۔ بے حد خرچ کرنے والے تھے، مگر رمضان میں تو یوں لگتا تھا کہ ہوائیں آندھی بن گئی ہیں۔ اس قدر تیزی پیدا ہو جاتی تھی آپ کے خرچ میں، اور وہ صرف روزہ کھلوانے کی حد تک محدود نہیں تھا بلکہ روزہ کھلوانے کے متعلق مجھے تو کوئی ایسی روایت معلوم نہیں کہ خالصہ صرف روزہ کھلوا کرتے ہوں۔ وہ بھی ایک خیرات کا حصہ تھا اور ہوتا ہوگا لیکن زیادہ تر غریبوں کی تلاش میں ان کی کھوج لگا کر ان پر خرچ کرنا اور کثرت کے ساتھ ان کی ضرورتوں کو پورا کرنا یہ وہ نیکی تھی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کی زندگی سے ثابت ہے۔ آپ

کی سنت سے ثابت ہے۔ پس اس حدیث کا یہ ترجمہ کر لینا کہ چاہے لوگ بھوکے مر رہے ہوں کسی طرح کی ضرورتوں میں مصیبت زدہ پھنسنے بیٹھے ہوں اس طرف توجہ نہ کرو صرف انتظار کرو جب سورج ڈوبے تو کسی کا روزہ کھلوادو۔ اگر یہ ترجمہ کرتے ہیں تو رسول اللہ ﷺ کی زندگی اس کو جھٹلا رہی ہے۔ کیسے ہو سکتا ہے کہ اس صادق القول کا فعل آپ کے قول کو جھٹلا رہا ہو کیونکہ آپ کے صادق القول ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جو کہتے تھے سو فیصدی اس پر عمل بھی کرتے تھے تو آپ کی سنت کے نقشے سے آپ کے کسی قول کا ٹکرا نا ممکن ہی نہیں ہے۔ آپ کے متعلق تو ہم یہی دیکھتے ہیں کہ رمضان مبارک میں بڑی شدت اور تیزی کے ساتھ ہرنیکی میں آگے بڑھتے تھے اور خصوصیت کے ساتھ غریب کی ہمدردی میں اور صدقہ خیرات میں تو آپ کی کوئی مثال نظر نہیں آتی۔ جیسا کہ میں نے بیان کیا، صحابہ کے پاس لفظ ختم ہو جاتے تھے بیان کرتے ہوئے۔ کہتے بس یہ سمجھ لو کہ ہوائیں جھکڑ میں تبدیل ہو گئیں۔ پس اس پہلو سے اس حدیث کے مضمون کو بھی پیش نظر رکھیں۔ ان کو بھی تلاش کریں جو منہ سے مانگتے نہیں ہیں لیکن جن کی ضرورت انتہاء کو پہنچتی ہوتی ہے لیکن محض روزہ کھلنے کے وقت ان پر نظر نہ کریں۔ غریبوں نے روزہ رکھنا بھی تو ہوتا ہے اور بھی تو ضرورتیں پوری کرنی ہیں ان کے بچے بھی تو بھوکے ہوتے ہیں جو روزہ کی عمر میں پہنچے ہی نہیں ہوتے۔ پس صدقہ و خیرات میں کثرت سے آگے بڑھیں اور جس حد تک کسی کی توفیق ہے وہ اگر خود کسی غریب تک پہنچ سکتا ہے تو پہنچے ورنہ جماعت کی وساطت سے صدقہ و خیرات میں زیادہ سے زیادہ آگے بڑھنے کی کوشش کرے۔

جیسا کہ میں نے بیان کیا تھا رمضان مبارک ایک قسم کی عبادتوں کا معراج بن جاتا ہے۔ اس مضمون کو حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ نے یوں بیان فرمایا:-

إِنَّ لِكُلِّ شَيْءٍ بَابٌ وَبَابُ الْعِبَادَةِ الصِّيَامُ. (جامع الصغیر) ہر چیز کا ایک رستہ اور ایک دروازہ ہوا کرتا ہے اور عبادت کا دروازہ رمضان ہے۔ اگر رمضان میں تم عبادتوں میں داخل نہ ہوئے تو پھر کبھی نہیں ہو گے۔

اس کے بہت سے معانی ہو سکتے ہیں لیکن ایک معنی جو عام فہم اور روزمرہ ہمارے مشاہدے میں ہے وہ یہ ہے کہ جس کو رمضان میں عبادت کی توفیق نہ ملے اس کو سارا سال عبادت کی توفیق نہیں ملتی۔ پس یہ وقت ہے عبادت کرنے کا۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ زمین کے دروازے تو بند رکھو اور اس

رستے پر داخل ہو جاؤ جس کے آگے پھر آسمان کے دروازے لگے ہوئے ہیں۔ وہ بند ہوں یا کھلے ہوں، پھر تمہیں اس سے کیا۔ پہلے اپنی زمین کے دروازے تو کھولو۔ پس حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر دروازوں کے حوالے سے ایک بات کی ہے اس کے مفہوم کو سمجھو اور پہلی بات کے ساتھ اس کا تعلق جوڑو۔ دروازے تو کھلتے ہیں، کن کے لئے؟ رمضان میں جن کے اپنے دروازے عبادت کے لئے کھل جاتے ہیں اور رمضان ان کے لئے کھلا دروازہ بنتا ہے۔ اب رمضان کو دروازہ کہنے میں یہ مسئلہ بھی حل ہو گیا کہ کیوں رمضان میں بعض لوگ محروم ہو جاتے ہیں کیونکہ دروازہ کھلتا بھی ہے اور بند بھی ہو جاتا ہے۔ اس کو رستہ تو نہیں فرمایا، دروازہ فرمایا ہے۔ فرمایا ہے عبادت کا دروازہ مگر جس پر کھلے گا وہی توفیق پائے گا۔ اگر بند دروازے سے کوئی ٹکرا کر یا اسے کھٹکھٹا کر واپس چلا گیا تو اس سے کیا فائدہ۔ پس رمضان میں اپنی عبادت کی طرف بھی توجہ کریں اور اپنے بچوں کی عبادت کی طرف، اپنے ہمسایوں کی عبادت کی طرف، اپنے گرد و پیش میں عبادت کے مضمون کو بیان کریں اور عبادت ایک ایسی چیز ہے جس میں داخل ہو کر واپسی کی گنجائش نہیں ہے۔ اگر عبادت میں ایک دفعہ آپ داخل ہو کر پھر باہر نکلنے کی کوشش کریں گے تو ساری عبادتیں رائیگاں جائیں گی بلکہ بعض اوقات پہلے سے بھی بدتر مقام تک پہنچ جائیں گے۔ عبادت کو پکڑے رہنا، عبادت پر صبر کرنا لازم ہے۔

اور اس پہلو سے ایک بہترین موقع ہے دنیا کی تربیت کا۔ دنیا بھر میں جماعتوں کو بڑے مسائل میں سے ایک یہ مسئلہ درپیش ہے کہ بعض نوجوان جو نئی نسلوں کے پیدا ہونے والے ہیں، نئی نسلوں کے تربیت پانے والے ہیں۔ ماحول کی کثافت اور گندگی سے متاثر ہو گئے ہیں، وہ عبادتیں چھوڑ بیٹھے ہیں۔ اور اس ضمن میں صرف نوجوانوں کی بحث نہیں، بعض خواتین مجھے خط لکھ کر سب سے زیادہ درد یہ پیش کرتی ہیں کہ ہمارا خاوند ویسے ٹھیک ہے، سب کچھ ہے، ہمیں کوئی شکوہ نہیں، مگر نماز نہیں پڑھتا۔ تو اللہ تعالیٰ ان بد نصیبوں کے نصیب جگا دے، ان کے مقدر روشن فرمائے۔ یہ عبادت تو ایک ایسی چیز ہے جس کے بغیر زندگی نہیں ہے۔ یہ تو روزمرہ کا سانس ہے، روزمرہ کا پانی ہے، اگر عبادت نصیب نہیں تو روحانی زندگی کا کوئی تصوّر ہی نہیں ہے۔ پھر خواہ دنیا کے لحاظ سے اچھا ہو، کیسا ہی ہو، دنیا میں اسلام سے باہر بھی تو اچھے اچھے لوگ نظر آتے ہیں۔ ہر مذہب میں بلکہ لامذہب لوگوں میں بھی بعض جگہ جہاں ملامت زیادہ ہو وہاں لامذہب لوگوں میں زیادہ شرافت نظر آتی ہے بہ نسبت ملامت

سے متاثر لوگوں کے۔ مگر اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ صرف اتنا ہے کہ ایسے لوگوں سے لوگوں کو شکر نہیں پہنچتا، وہ اسلام کا ایک پہلو اپنے اندر رکھتے ہیں لیکن خود امن میں نہیں آتے۔ خود امن میں آنا تو اسلام کے دوسرے پہلو سے تعلق رکھتا ہے۔ هَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهُ لِلّٰهِ کہ جو اللہ کے لئے صاف اور ستھرا ہو کر اس کے حضور سر جھکا دے تو اچھے لگتے ہیں یہ لوگ۔ دنیا کو ان سے کوئی شکر نہیں پہنچتا لیکن بد نصیب ہیں کہ خود اس فیض سے محروم ہیں جو اسلام کے اعلیٰ معنی میں داخل ہے جن کا تعلق اللہ سے ہے اور اللہ کے حضور سر تسلیم خم کرنے سے ہے، اس کے سپرد ہو جانے سے ہے۔ اس پہلو سے عبادت کے بغیر یہ ممکن نہیں ہے۔ پس رمضان مبارک میں اپنی، اپنے گھر والوں کی، اپنے ماحول کی جہاں جہاں تک آپ کی رسائی ہو، اس پہلو سے تربیت کریں کہ اللہ تعالیٰ ان کو عبادتوں پر قائم فرمائے اور عبادتوں کا ذوق عطا فرمائے اور اس مہینے میں ایسی عادت پڑ جائے کہ پھر چھٹے نہیں۔ دیکھو بد لوگوں کو تو بعض دفعہ چند دن کی بدی سے عادت پڑ جاتی ہے۔ یہ جب Drugs کے متعلق ایک پروگرام آ رہا تھا جس میں سکول کے بچوں سے پوچھا جا رہا تھا کہ بتاؤ تم پر کیا گزری، تمہیں آخر کیا سوچھی کہ جانتے بوجھتے ہوئے اس کی بدیوں کو پہچانتے ہوئے تم نے ڈرگ اختیار کر لی اس کے عادی بن گئے۔ تو اکثر بچوں نے جواب دیا وہ یہی تھا کہ ہمیں نہیں پتا تھا کہ ایک دفعہ استعمال کرنے سے ہی عادت پڑ جائے گی۔ ہمارے دوستوں نے جو بڑے تھے جو یہ کیا کرتے تھے ہمیں کہا پہلے کچھ کے تو دیکھو ذرا تھوڑی سی ہے کیا فرق پڑتا ہے اور دیکھا دیکھی اس عجبے کے طور پر کہ دیکھیں کیا چیز ہے ایک دفعہ جب استعمال کی تو جب وہ اثر ختم ہوا تو دل میں ایک گریڈی لگ گئی کہ اور بھی دیکھیں کیا ہے اور پھر وہ چلتے چلتے ایسی بھوک بن گئی کہ جس سے انسان تمللانے لگتا ہے اور جب تک اس بھوک کا پیٹ نہ بھرے اس وقت تک اس کوچین نصیب نہیں ہوتا، تو بدیوں میں بھی تو لوگ چند دن میں عادت میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

نیکی کو اگر اس طرح آپ اختیار کریں کہ اس کا لطف حاصل کرنے لگیں پھر آپ کو ضرور عادت پڑے گی۔ پس عادت ڈالنی ہے تو اس کا دوسرا قدم بھی اٹھائیں اور عبادت سے لطف اندوز ہونے کی کوشش کریں اور لوگوں کو طریقے سمجھائیں کہ کس طرح عبادت میں لطف اٹھایا جاتا ہے۔ ایک دفعہ جب میں نے عبادت کے مضمون پر سلسلہ شروع کیا تھا تو ایک خاتون نے مجھے لکھا کہ میرے بچے کو یہ سن کر پوری بات سمجھ آتی بھی نہیں تھی لیکن نماز کی عادت پڑ گئی۔ چھوٹا سا معصوم بچہ

اور ضرور میرے ساتھ کھڑا ہو جاتا تھا اور سجدے کرتا تھا، ایک دفعہ وہ سجدے میں کچھ بول رہا تھا میں نے کہا کیا ہے۔ کہتا تم سے نہیں بات کر رہا، میں اللہ میاں سے بات کر رہا ہوں۔ اب دیکھیں اس کو اس میں بھی لطف آتا تھا تو کیوں آپ عقل والے ہو کر، بڑے ہو کر، عبادت اس طرح ادا نہیں کرتے کہ اس سے لطف آنا شروع ہو جائے اور یہ لطف بھی اللہ سے مانگنا ہوگا۔ پس اس مہینے عبادت پر قائم ہوں اگر پہلے آپ کو لطف نہیں آتا اور صرف عادت ہے تو دعا مانگیں اور کوشش کریں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو عبادت کا لطف عطا کرے۔ پھر اپنے گھر والوں کے لئے یہ کوشش کریں اور ان کے لئے بھی یہ دعا کریں کہ اے اللہ رمضان کے چند دن ہیں گزر جائیں گے بعد میں ہم کہاں ٹکریں مارتے پھر کریں گے۔ وہ نیکیاں جو اب قریب آگئی ہیں، جنت قریب آنے کا یہ بھی تو مطلب ہے کہ نیکیاں آسان ہو گئی ہیں، پہنچ میں آگئی ہیں ہاتھ بڑھاؤ تو نیکی ہاتھ آسکتی ہے ایسے وقت میں ہمیں نیکیاں عطا کر دے اور ایسی عطا کر کہ پھر آ کر جانے کا نام نہ لیں، ایک دفعہ آئی تو ہماری ہو کر رہ جائیں۔ اس پہلو سے نمازوں کو قائم کریں اور نمازوں کے لطف اٹھائیں اور اٹھانے کی کوشش کریں اور اپنے ماحول میں نماز کو قائم کریں کیونکہ سب سے زیادہ نحوست کسی قوم پر عبادت سے دوری ہے۔ مذہبی قوم کہلاتی ہو اور عبادت سے عاری ہو جائے تو کچھ بھی اس کا باقی نہیں رہتا اور وہ تو میں جو عبادت پر قائم ہوں اور اس کے مزاج سے عاری ہوں، اس کے عرفان سے خالی ہوں، ان کی زندگی بھی ویران رہتی ہے، ان کو کچھ نصیب نہیں ہوتا۔

اس لئے جماعت احمدیہ کو میں جس عبادت کی طرف بلا رہا ہوں وہ وہ ہے جو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی عبادت تھی جس سے سینے ہی آباد نہیں ہوتے بلکہ اس کے گرد و پیش روشن ہو جاتے ہیں وہ ایسے لوگ بن جاتے ہیں جن کے متعلق قرآن فرماتا ہے۔ نُورٌ هُمْ يُسْعَىٰ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ کہ ان کا نور ان کے سینوں سے باہر آ کر ان کے آگے آگے چلتا ہے اور دوسروں کے لئے بھی ہدایت کا موجب بنتا ہے۔ پس وہ تو سچی اور گہری عبادت سے حاصل ہو سکتا ہے ورنہ تو آنحضرت ﷺ نے اس زمانے ہی کے ذکر میں فرمایا کہ مَسَاجِدُهُمْ عَامِرَةٌ وَهِيَ خَرَابٌ مِّنَ الْهُدَىٰ ایسی مساجد بھی ہوں گی اس زمانے میں، جو بھری ہوئی ہوں گی لیکن ہدایت سے خالی اور ویران۔ پس اپنی عبادتوں کو خالی اور ویران نہ بننے دیں بلکہ ہدایت سے پُر کریں، پھر ان سے وہ نور

نکلے گا جو آپ کے ماحول کو روشن کرے گا، آپ کے گرد و پیش کو روشن کرے گا، آپ کو ترقی کے نئے رستے دکھائے گا، آپ کے آگے آگے چلے گا اور اس کے فیض سے پھر آپ دنیا کو بھی حقیقی عبادت کا ذوق عطا کرنے کی اہلیت حاصل کر لیں گے۔

حضرت رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ ”جب رمضان سلامتی سے گزر جائے تو سمجھو کہ سارا سال سلامت ہے“ (دارقطنی بحوالہ جامع الصغیر)۔ اب رمضان کے سلامتی سے گزر جانے کا مطلب یہ ہے کہ جو رخ رمضان نے اختیار کر لیا وہ قائم ہو گیا اور دائمی ہو گیا۔ جس طرح ایک بندوق کی نالی سے گولی نکلتی ہے تو جس طرف نالی کا رخ ہے پھر جب تک دوسرے عوامل اس کا رخ موڑ نہیں دیتے وہ اسی طرف چلتی رہتی ہے۔ اگر ہوا نہ ہو، کشش ثقل حائل نہ ہو، دوسری اور ایسی باتیں جو کسی حرکت کرنے والے کی حرکت میں حائل ہو جاتی ہیں، وہ درپیش نہ ہوں تو ہمیشہ ہمیش کے لئے اسی رخ پر وہ گولی چلتی رہے گی تو رمضان کا سلامتی سے گزر جانے کا مطلب ہے، ایک مہینہ، تیس دن کی عبادتوں کی عادت، نیکی کی عادت اتنی پختہ ہو چکی ہو کہ رمضان سے نکل کر بھی قبلہ وہی رہے جس قبلے کی طرف تم رمضان میں روانہ تھے وہ رخ نہ بدلے اور سارا سال سلامتی سے گزر گیا کا یہ مطلب ہے۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ رمضان سے پیچھا چھڑاتے ہی ہر نیکی سے چھٹی کر جاؤ اور کہو چلو جی اب سال گزر گیا۔ سال گزرنے میں نصیحت یہ ہے کہ سلامتی میں کہتا ہی اس کو ہوں جس کے نتیجے میں سال بھر کو سلامتی نصیب ہو۔ مہینہ کی سلامتی نہیں، ایک مہینہ سارے سال کی ضمانت لے کر آئے وہ رمضان ہے جس کو کہا جاسکتا ہے کہ سلامتی سے گزر گیا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو روزہ دار جھوٹی بات اور غلط کام نہیں چھوڑتا اللہ تعالیٰ کو اس کے کھانے پینے میں کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ (بخاری کتاب الصوم) چھوڑے نہ چھوڑے، جو مرضی کرتا پھرے۔ اللہ تعالیٰ کو اس بات سے کوئی دلچسپی نہیں ہے کہ اس نے میری خاطر کھانا چھوڑ دیا اور پانی پینا بند کر دیا۔ جو چھوڑنے والی باتیں ہیں وہ یہ ہیں حقیقت میں اور جو چھڑائی جا رہی ہیں وہ تو جائز باتیں ہیں وہ تو عارضی طور پر بد باتوں کو چھڑانے کے لئے آپ کو ایک ورزش کروائی جا رہی ہے۔ تو عجیب بات ہے کہ لوگ وہ باتیں جو حلال ہیں اور جائز ہیں وہ تو چھوڑ دیتے ہیں روزوں میں، اور جو حرام ہیں وہ نہیں چھوڑتے اور بڑی بھاری تعداد ایسے بے وقوفوں

کی ہے اور اگر آپ اپنے آپ کا جائزہ لیں تو اس بے وقوفی میں کسی نہ کسی حد تک تقریباً ہر انسان ہی مبتلا رہتا ہے۔ بڑے گناہ نہیں چھوٹے گناہ کرتا رہتا ہے، لغویات میں مصروف رہتا ہے۔

پس روزے رکھنے میں جو جائز چیزوں کو چھوڑنا ہے اس میں یہ سبق ہے کہ جائز چھوڑ رہے ہو خدا کا خوف کرو، ناجائز کی جرأت کیسے کرو گے اللہ کی خاطر تم کہتے ہو کہ ہمیں ایسا پیار ہے خدا سے اس کی خاطر حلال چیزیں چھوڑنے پر آمادہ بیٹھے ہیں اور حرام نہیں چھوڑ سکتے۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مجھے اس کے روزے میں کوئی دلچسپی نہیں۔ کوئی اس کو فائدہ نہیں ہوگا۔ پس خصوصیت سے جھوٹی بات سے پرہیز، یہ ایک بہت ہی اہم اور عظیم نصیحت ہے اگر وہ لوگ جن کو جھوٹ کی عادت ہے اور بسا اوقات وہ جھوٹ بولتے ہیں، ان کو پتا بھی نہیں لگ رہا ہوتا کہ جھوٹ بول رہے ہیں لیکن کبھی کبھی یاد بھی آ جاتا ہے کہ ہاں ہم جھوٹے ہیں اگر خود وہ سوچیں تو پھر ان کو جھوٹ دور کرنے کی طرف توجہ پیدا ہو۔ مصیبت یہ ہے کہ جب کوئی دوسرا کہے تو نہ صرف یہ کہ ماننے نہیں بلکہ غصہ کرتے ہیں اور جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں کہ ہم جھوٹ نہیں بولتے۔ ساری دنیا جانتی ہے کہ وہ جھوٹ بولتے ہیں۔

ایک دفعہ ہمارے ہاسٹل میں ایک لڑکا ہوا کرتا تھا وہ جھوٹا مشہور تھا اور اس سے میں نے بات کی تو کہتا ہے کہ ”خدا دی قسم اے میں تے کدی وی جھوٹ نہیں بولیا“ کہ لوجی ”لوجی“ بھی بہت کہنے کی عادت تھی کہ لویہ کیا بات ہوئی۔ میں اللہ کی قسم کھا کے کہتا ہوں میں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا اور وہ جھوٹ بول رہا تھا کیونکہ ہر وقت جھوٹ بولتا تھا تو بعض لوگوں کو پتا نہیں لگتا۔ لیکن سب سے مہلک بیماری جھوٹ ہے، ہر نیکی کو کھا جاتی ہے، یہ وہ تیزاب ہے جس سے سونا بھی پگھل جاتا ہے۔ ”ایکوار بجا“ اس تیزاب کو کہتے ہیں جس سے سونا بھی نہیں بچتا تو یہ تو ہر نیکی کو کھانے والا تیزاب ہے اس سے بچنے کی کوشش کریں اور اپنے گھروں کو خصوصیت سے سچائی کی آماجگاہ بنائیں۔ اپنی بیویوں پر اپنے بچوں پر نظر رکھیں اور اگر آپ جھوٹے ہیں تو بیوی کو چاہئے کہ وہ آپ پر نظر رکھے۔ بچے میری آوازن رہے ہیں اور مجھے پتا ہے کہ آج کل احمدی بچوں کو بہت زیادہ شوق ہے اپنے بڑوں کی تربیت کرنے کا۔ وہ جو بات سن لیتے ہیں معصومیت سے اسے پلے باندھ لیتے ہیں اور پھر بڑے کو کرتے دیکھتے ہیں کہتے ہیں دیکھو دیکھو ہم لکھ دیں گے حضرت صاحب کو، کہ تم یہ کیا کر رہے ہو اور کئی ماں باپ مجھے لکھتے ہیں کہ ہمیں بڑا لطف آیا بات سن کر۔ ان کی نصیحتیں ان کو پیاری بھی لگتی ہیں اور ان کے دل پر اثر

بھی کرتی ہیں۔ اگر محلے والا کوئی آکے کہتا تو شاید اس پر مرنے مارنے پر یا لڑنے پر آمادہ ہو جاتے۔ پس بچوں کو میں کہہ رہا ہوں جو میرے مخاطب ہیں میرے سامنے ٹیلی ویژن پر بیٹھے ہوں گے وہ تیار ہو جائیں مربی بننے کے لئے، مگر گستاخی نہ کریں، ماں باپ آپ کے بڑے ہیں۔ ان سے تن کرنے بولنا۔ ادب اور پیار سے ان کو سمجھائیں تو انشاء اللہ آپ کی باتوں کا نیک اثر پڑے گا۔ یہ جو آپ نے محاورہ سن رکھا ہے کہ پھول کی پتی سے ہیرے کا جگر کٹ سکتا ہے، تو اے احمدی بچو تم وہ پھول کی پتیاں ہو جن سے سخت جگر بھی کٹ سکتے ہیں۔ اگر پیار سے اللہ کی خاطر، ہمدردی سے، اپنے بڑوں کو نصیحت کرو گے تو دیکھنا انشاء اللہ ان کے دل پر اس کا کیسا گہرا اثر پڑے گا۔ تو تم بھی نگران ہو جاؤ اور اپنے گھروں میں جھوٹ کو داخل ہونے کی اجازت نہ دو اور جو داخل ہوئے ہیں ان کو دھکے دے دے کر باہر نکال دو۔

وہ جماعت جو جھوٹ سے پاک ہو جائے اور اس زمانے میں جبکہ جھوٹ نے ساری انسانی زندگی پر قبضہ کر رکھا ہے۔ اس کی بقا کی آسمان ضمانت دے گا خدا ضمانت دے گا۔ کوئی دنیا کی طاقت آپ کا بال بیکا نہیں کر سکی اگر آپ سچے ہو جائیں۔ عقائد میں سچے ہیں، اعمال میں سچا ہونے کی کوشش کر رہے ہیں، مگر روزمرہ کی زندگی میں جھوٹ کے زہر سے اپنے اعمال کو روز بروز ضائع کرتے چلے جاتے ہیں کیونکہ جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے یہ تیزاب ہے جو نیکیاں کھاتا جاتا ہے اور پھر اس کے نتیجے میں ہمارے معاشرے میں بہت سخت تکلیفیں پھیلتی ہیں۔ جھوٹ کے نتیجے میں کئی طلاقیں ہوتی ہیں، کئی گھر جنم بنے رہتے ہیں اور روزمرہ کی جھوٹ کی عادت سے انسان اپنے باہر کے نقصان بھی کراتا ہے۔ تجارتوں میں بے برکتی پڑ جاتی ہے جو شراکتیں ہیں وہ ناکام ہو کر ٹوٹ جاتی ہیں اور تلخیاں پیچھے چھوڑ جاتی ہیں۔ یہ تو بہت ہی خبیث چیز ہے۔ اس لئے اس رمضان میں جھوٹ کے خلاف بھی جہاد کریں اور جھوٹ کے خلاف جہاد میں بڑی کثرت کے ساتھ دعائیں کریں۔ چھوٹے بڑے سب دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں جھوٹ کی لعنت سے نجات بخشنے۔

اور میں جو بار بار کہہ رہا ہوں اس کی وجہ ہے۔ میں نے دیکھا ہے کہ بعض احمدی نیکیاں اختیار کرنے کے باوجود جھوٹ کو اس شدت سے نہیں چھوڑ رہے جیسا کہ ایک سخت نفرت کے رویے سے جھوٹ کو ترک کر، باہر پھینک دینا چاہئے اس طرح دلوں سے اکھیڑ کر باہر نہیں پھینکا ہوا۔ اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ جب ان کو ضرورت پیش آتی ہے تو جھوٹ بول جاتے ہیں۔ یعنی روزمرہ نہیں بول

رہے ہوتے ہیں اگر گواہی دینی ہے کہیں، کہیں اپنے مقصد کی بات ہو، کہیں کسی جرم سے، کسی سزا سے بچنا ہو، کہیں اسلیم ڈھونڈنا ہو، کہیں اور اس قسم کے معاملات ہوں جہاں روزمرہ ان کی زندگی کو فائدہ ہوگا تو پہلا خیال ہی ان کے دماغ میں جھوٹ کا آتا ہے کہ کس طرح جھوٹ بولیں کہ ہم اس مصیبت سے بچ جائیں اور فلاں فائدہ حاصل کر لیں۔

ایک انشورنس ہے، اس کا ناجائز استعمال ہے۔ روزمرہ کی زندگی میں حکومت کچھ دلواری ہے اور آپ اپنا کام کر رہے ہیں۔ اگر کر رہے ہیں تو پھر پکڑے جانے پر اس کے عواقب کے لئے بھی تیار رہیں۔ کیوں آپ کرتے ہیں؟ اگر تو اس یقین کے ساتھ کرتے ہیں کہ اگر ہم پکڑے گئے تو ہم مانیں گے اور اس سے بڑی بدی میں مبتلا نہیں ہوں گے۔ اگر ایسا یقین ہو تو اکثر آپ میں سے کام ہی چھوڑ کے بھاگ جائیں لیکن جو کرتے ہیں اکثر ان کے دل میں اسی قسم کے چور چھپے ہوئے ہیں وہ کہتے ہیں اگر پکڑے گئے تو ہم نے یہ کہنا ہے ہم تو یوں کر رہے تھے اور یہ بات ہو رہی تھی یا غلط اطلاع دی گئی ہے جھوٹ ہے، جھوٹے الزام ہیں۔ پس ہر انسان کے جسم کے اندر اس کے دل میں اس کے رگ و پے میں جھوٹ کے چور چھپے ہوئے ہیں اور حقیقت میں اگر وہ غور کرے تو خدا سے بڑھ کر ان کی عبادت کرتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب سخت مصیبت کا وقت آتا ہے تو بعض مشرک بھی میری طرف دوڑتے ہیں اور مجھ سے مدد مانگتے ہیں۔ جب سمندر میں ہواؤں کے مزاج بدل جائیں اور لہریں کشتی کو اس طرح تھپڑے دینے لگیں کہ کسی وقت بھی وہ غرق ہو سکتی ہو اس وقت مشرک بھی خدا کو پکارنے لگتا ہے۔ اس مؤحد کا کیا حال ہوگا جب وہ زندگی میں ادنیٰ سی مشکلات کا سامنا کر رہا ہو، جب اس کی کشتی کو معمولی ہچکولے لگ رہے ہوں اور وہ خدا کی طرف دماغ لے جانے کی بجائے کسی جھوٹ کی طرف مائل ہو رہا ہو تو اس جھوٹ کو خدا بنانے کے مترادف بات ہے اور بہت ہی مکروہ بات ہے۔ ساری عمر کی توحید کو یہ جھوٹ کھا جاتا ہے اور باطل کر دیتا ہے۔

پس جھوٹ سے بچنے کی پہچان یہ ہے کہ اپنے اعمال پر غور کریں اور یہ فیصلہ کرتے رہیں بار بار کہ اس عمل کے نتیجے میں اگر میں کبھی ایسے مقام پہ پہنچوں جہاں مجھے کوئی خطرہ درپیش ہو تو آیا میں جھوٹ کا سہارا لئے بغیر سزا کو خوشی سے قبول کرتے ہوئے اپنی توحید کا سچے دل سے اقرار کر سکتا ہوں کہ نہیں۔ توحید کے ساتھ وفاد کھا سکتا ہوں کہ نہیں۔ اگر نہیں تو پھر اس کی زندگی میں خطرے کا الارم بج

رہا ہے۔ ہر وقت وہ ان خطرات کا سامنا کر رہا ہے جو مشرک کو درپیش ہوتے ہیں۔
 اس لئے جب کامل یقین اور سچائی کے ساتھ آپ اپنے نفس کا معائنہ کرتے ہیں اور پھر
 جھوٹ کو کرید کرید کر باہر نکال پھینکتے ہیں تو پھر توحید آپ کے دل میں جاگزین ہوتی ہے اور پھر کسی
 جھوٹ کی ضرورت نہیں رہتی۔ پھر خدا آپ پر اس طرح جلوہ گر ہوتا ہے اور اسی طرح آپ کی حفاظت
 میں اور آپ کی پناہ میں کھڑا ہو جاتا ہے کہ پھر ان باتوں کی ضرورت ہی کوئی نہیں رہتی تب انسان کو پتہ
 لگتا ہے کہ امن کیا ہے۔ سلام کے کیا سچے معنی ہیں۔ اپنے آپ کو خدا کے سپرد کر دینا کیا ہوتا ہے۔ پس
 سلامتی سے جس مہینے میں سے گزرنے کا ذکر ہے اس میں یہ بنیادی سلامتی ہے۔ توحید حاصل کر لیں
 اور اللہ کی پناہ میں آ جائیں۔ اگر آپ کو یہ نصیب ہو تو یقین کریں کہ آپ کا مہینہ ہی سلامتی سے نہیں
 گزرا بلکہ سال سلامتی سے گزر گیا ہے اور پھر ایک اور سلامتی کے مہینے میں سلامتی ہو جائے گا یعنی
 ساری زندگی آپ کی سلامتی میں گزر گئی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)